"کشمیر کا پہلا اور تاریخی سفر"

(از عمید الرحمٰن عثمانی)

میں محترمی مولانا سعید الرحمٰن صاحب ایڈیٹر ماہنامہ "تعمیرِ اسلام" کشمیر کا بے حد ممنون ہوں کہ موصوف نے میرے ان خیالات پر نظرِ ثانی کرکے اشاعت کے قابل بنایا۔ عمید الرحمٰن عثمانی۔

چند ایام وادیٔ کشمیر میں گذار کر لوٹا ہوں، کشمیر کا تصور موسمِ گرما کی چھٹیوں کے ساتھ شفاف پانی اور ناقابلِ تصور ہریالی کے ساتھ آتا ہے۔

عرفی شیرازی نے کشمیر کی کیا حقیقی تصویر کشی کی ہے ؎

ہر سوختہ جاں کہ در کشمیر درآید — گر مرغ کباب است با بال و پر آید

کشمیر کی گلیاں اور خوبصورت وادی جو اپنے بے مثال حسن و جمال، دلکشی و رعنائی، جاذبیت و کشش اور ہریالی و شادابی میں بین الاقوامی اور عالمگیر شہرت رکھتی ہے جس کے پُر فضا اور روح افزا مناظر، دلفریب مناظر، نکہتِ گل کی کثرت، اچھلتے اور کودتے ہوئے دریاؤں، چشموں کی بہتات، آب و ہوا کی خوشگواری سیاحوں کے دامنِ دل کے لئے بھرپور کشش رکھتی ہے ؎

ہر آں قافلۂ شوق کند شب گیر — کہ بارِ عیش کشاید بہ خطۂ کشمیر

جو کسی کہنے والے نے بجا کہا ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است — ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

ہوش سنبھالتے ہی میرے اندر جب سے مطالعہ (Study) کی شدھ بدھ ہوئی کشمیر جنت نظیر کے بارے میں بہت کچھ سنتا اور پڑھتا رہا، تاہم اس جنتِ ارضی کو دیکھنے کی نوبت ابھی نہیں آئی تھی، عربی کا مشہور مقولہ ہے کہ "لکل امر مرھون باوقاتہا" یعنی قدرت کے نظام میں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ چنانچہ... کشمیر کا میرا حالیہ اور یادگار سفر دراصل قائد کشمیر جناب میر واعظ مولوی محمد فاروق کے حسنِ توجہ سے ہوا۔

میرے آبا حضور قبلہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور کشمیر کے ممتاز اور مشہور خاندانِ میر واعظ خاص طور سے دورِ حاضر کے میر واعظ مولوی محمد فاروق صاحب کے مابین نہ صرف قریبی روابط اور تعلقات تھے بلکہ اگر یوں کہوں کہ جانبین سے عقیدت ومحبت کا معاملہ تھا تو مبالغہ نہ ہوگا، اس کا سب سے بیّن ثبوت یہ ہے کہ جناب میر واعظ صاحب جب جب دہلی تشریف لاتے تو پہلی فرصت میں آبا حضور سے ملاقات، مختلف ملّی، دینی اور بسا اوقات سیاسی وعصری مسائل ومعاملات پر باہم تبادلۂ خیالات کرتے اور غریب خانہ پر ضرور تشریف لاتے، مفتی صاحب مرحوم نے بھی متعدد بار کشمیر کا سفر فرمایا تھا۔ اور سفر کے تاثرات ہمیشہ ہمیں سُنا کر محظوظ فرماتے۔

یہ عجیب بات ہے کہ ادھر کچھ دنوں سے دل میں بار بار کشمیر جانے کا داعیہ پیدا ہو رہا تھا کہ اچانک جناب میر واعظ صاحب کے برادرِ عزیز مولوی محمد منظور احمد ایگزیکٹو انجینئر سرینگر کی شادی خانہ آبادی میں شرکت کی دعوت لے کر میر واعظ صاحب کے معتمد اور سفیر جناب مولانا محمد سعید الرحمٰن شمس صاحب مدیر نصرۃ الاسلام بذاتِ خود دہلی آسکا۔ بالواسطہ ۸ ستمبر بروز اتوار ۱۹۸۵ء کی دعوت دے گئے اور اصرار کیا کہ اس دفعہ کشمیر ضرور آجاؤں، میں نے یہ موقع بہتر سمجھا اور اپنے رفیقِ سفر بھائی فخر الدین اسسٹنٹ منیجر ماہنامہ برہان کے ہمراہ رختِ سفر باندھا۔

۵ ستمبر کی شام کو ٹھیک چار بجے بذریعہ شالیمار اکسپریس نئی دہلی سے جموں توی کے لئے روانہ ہوگئے۔ برتھ پہلے سے ریزرو کروا رکھی تھی جس کی وجہ سے تھوڑی بہت سہولت رہی تاہم اس کا

اندازہ خوب ہوا کہ ماضی کی بہ نسبت ایب ریزرویشن کی افادیت کم سے کم تر ہورہی ہے۔ ٹرین کے عملے اور ٹی ٹی وغیرہ میں بھی زندگی کے عام شعبوں کی طرح رشوت ستانی کی وبا عام ہورہی ہے۔ دو چار روپے لیکر غیر مستحق افراد کو بھی کمپارٹمنٹ میں اٹھا کر .... کر لیتے ہیں۔ یہ صورت حال یقیناً عام مسافروں کے لئے تکلیف دہ ہے اور جس کا بظاہر کوئی حل نظر نہیں آتا۔ بہرحال دلی سے جموں تک رات بھر کا سفر کم وبیش آرام سے ہی کٹا۔ صبح آٹھ بجے جموں ریلوے اسٹیشن نے عام مسافروں کی طرح ہمارا استقبال کیا۔ ضروریات سے فراغت اور چائے نوشی کے بعد اگلی منزل کا سفر شروع ہوگیا۔ جموں ریلوے اسٹیشن پر ہی اسٹیٹ گورنمنٹ کی طرف سے بس سروس کا معقول نظم ہے جس کا سبب روزانہ کے مسافر کو جموں سے وادیٔ کشمیر تک نقل وحمل میں سہولت رہتی ہے۔ پہلے درجہ کی بس کے دو ٹکٹ حاصل کئے اور بس میں سوار ہوگئے۔

جموں سے سری نگر کی مسافت کوئی تین سو کلومیٹر اور سفر لگ بھگ بارہ گھنٹے کا ہوتا ہے۔ یہ سفر جس طرح کا تکلیف دہ، لذت انگیز اور مسرت خیز ہوتا ہے ممکن ہے ہمارے قارئین میں سے بہت سوں کو اس کا تجربہ ہو، لیکن چونکہ یہ میرا پہلا سفر تھا اور پورے راستہ میں چھوٹی بڑی ٹیڑھی ترچھی پہاڑیوں، اچھلتی کودتی ندیوں اور آبشاروں کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آرہا تھا ان قدرتی اور دلربا مناظر سے لطف اندوز ہوتا، راستہ میں مختلف مقامات پر اضطراری ضروریات کا پورا ہونا اور حسن اتفاق سے راستہ میں ایک جگہ جمعہ کی نماز کا مل جانا قدرت کی طرف سے ایک کرشمہ ہی کہئے، رات کے آٹھ بجے کشمیر کے دل "سری نگر" پہنچ گئے۔

گورنمنٹ سنٹر میں اتر کر ٹیکسی کیا، ٹیکسی ڈرائیور سے بات کرنے کے بعد اندازہ ہوا کہ کشمیر میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو میر واعظ کشمیر کی رہائش گاہ سے واقف نہ ہو مولانا کی رہائش گاہ "نگین باغ" پہنچ گئے (جہاں حال ہی میں میر واعظ نے جدید طرز کی ایک خوبصورت شہر کی ہماہمی سے دور پرسکون جگہ میں کوٹھی تعمیر کی ہے) وقت نو سے اوپر کا تھا۔ کھانے کا دور تقریباً ختم ہوچکا تھا۔ مہمانان کرام بھی اکثر کھانے سے فارغ ہو کر جاچکے تھے، میر واعظ صاحب نے دیکھتے

ہی بڑی محبت اور تپاک سے ملے، مزاج پرسی فرمائی اور فوراً دسترخوان لگوانے کا حکم دیا خالص کشمیری طرز کے پُرتکلف اور لذیذ کھانے سے (جسے وہاں کی اصطلاح میں "وازوان" کہتے ہیں) کام و دہن کو لذت اندوز کیا۔

قیام اور رہائش کے لئے قدیم آبائی اور تاریخی مکان میر واعظ منزل پر نظم کیا گیا، جہاں موصوف کی سیاسی پارٹی "آل جموں و کشمیر عوامی ایکشن کمیٹی" کا صدر دفتر، ماہنامہ نصرۃ الاسلام کا دفتر نیز رسالے کے ایڈیٹر جناب محمد سعید الرحمٰن شمس صاحب کا بھی قیام رہتا ہے، یہ قدیم اور وسیع عمارت خاندانِ میر واعظ کی طرح معروف ہے میر واعظ صاحب نے اپنی کار کے لئے نگین سے میر واعظ منزل پہنچانے کا ڈرائیور کو حکم دیا اور جب تک کشمیر میں رہنا ہوا یہیں قیام رکھا۔

کشمیر کے چار روزہ قیام میں جن مشہور و معروف مقامات کے دیکھنے اور سیر و تفریح کا موقع ملا ان میں سب سے پہلے ریاست جموں و کشمیر کی قدیم و منظم دانشگاہ انجمن نصرۃ الاسلام اور اس کے ماتحت چلنے والے اداروں میں اسلامیہ ہائی اسکول ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے تعلیمی اداروں میں انجمن نصرۃ الاسلام سب سے قدیم اور زندہ ادارہ ہے جو انیسویں صدی کے اواخر میں خاندانِ میر واعظ کے ایک قابلِ فخر سپوت میر واعظ مولانا رسول شاہ صاحب مرحوم نے اس وقت کے حالات اور ملی تشخص کے بقا اور اپنی دینی انفرادیت کی بحالی کے پیشِ نظر قائم کیا تھا۔ اس وقت سے اب تک یہ بافیض ادارہ قوم و ملت کی علمی دینی، اصلاحی، ثقافتی اور سماجی خدمات انجام دینے میں مصروف رہا ہے۔ کم و بیش اپنے سو سالہ دورِ حیات میں انجمن نصرۃ الاسلام نے اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ تعلیم جدید اور عصری علوم کے پھیلانے میں جو شاندار کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کشمیر کا ایک شاندار باب ہے۔

انجمن کے موجودہ جواں سال صدر میر واعظ کشمیر مولوی فاروق صاحب ہی ہیں چنانچہ ایک موقع پر انجمن کی تعلیمی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"نئی نسل کے دلوں کو دینیات و اخلاقیات اور قرآن و حدیث کے چشمہ صافی سے منوّر کرنا اور ان کے دماغوں کو سائنس کے صیقل کیے ہوئے علومِ حاضرہ کے چراغوں سے روشن کرنا انجمن نصرۃ الاسلام کی تعلیمی پالیسی کا بنیادی مقصد ہے۔"

چنانچہ ۷ ستمبر کی صبح دس بجے اسلامیہ ہائی اسکول کے وسیع احاطے میں داخل ہوا۔ ہزاروں بچے اور بچیاں صبح کی اسمبلی میں "Prayer" میں مصروف تھے اور شعبہ اسلامیات و دینیات کے سربراہ مولانا محمد سعید الرحمٰن شمس بچوں سے اخلاقیات کے موضوع پر خطاب کر رہے تھے۔ موصوف نے میرا تعارف اساتذہ کرام اور بچوں سے کرایا اور مجھے مائک پر اپنے خیالات کے اظہار کی دعوت دی، موقع کی مناسبت سے میں نے بچوں سے خطاب کیا۔ اپنی مختصر سی تقریر میں بچوں کو ان کے فرائض، تعلیمی کاموں میں زیادہ سے زیادہ انہماک، اساتذہ کا ادب و احترام اور اپنے مشن کی تکمیل میں لگے رہنے کی تلقین کی اور شکریہ ادا کیا۔

دوسری قابلِ ذکر چیز جو میں نے دیکھی وہ کشمیر کی "جامع مسجد" ہے جس کا شمار دنیائے اسلام کی بڑی اور قدیم ترین مساجد میں ہوتا ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ مسجد کی وسعت، طرزِ تعمیر، خوبصورتی، موزونیت اور حسن و جمال نہ صرف قابلِ دید ہے بلکہ قابلِ حیرت اور مسرت بھی۔ یہ عظیم جامع مسجد جس میں بیک وقت تینتیس ۳۳۰۰۰ ہزار افراد نماز ادا کر سکتے ہیں اپنی بلندی، کشادگی اور ہنرکاری میں لاجواب ہے۔

اسی جامع مسجد میں میر واعظانِ کشمیر اپنے منفرد انداز میں وعظ و تبلیغ اور درس و تدریس کے انداز میں عام مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرتے چلے آرہے ہیں، اس خاندان کے اثرات اور خدمات کے نقوش عام لوگوں میں نمایاں طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کشمیر کی اکثریت کی وابستگی بلکہ گرویدگی میر واعظ خاندان کے ساتھ قابلِ دید ہے۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم، بات پر بات یاد آتی ہے، ایک اور چیز جو میں نے اپنے مختصر سے قیام میں محسوس کی یہ ہے کہ کشمیر کے مسلمان سیاسی لحاظ سے جس پوزیشن میں بھی ہوں لیکن ان کی دینی

وابستگی، دین پسندی، شعائرِ اسلام سے تعلق اور اپنے ایمانی جذبہ کے لحاظ سے قابلِ صد احترام ہیں
۸ ستمبر کی شام کو میر واعظ صاحب کی طرف سے خاص احبا و مخلصین، کشمیر کے سرکردہ افراد لیڈرانِ قوم، ممبرانِ پارلیمنٹ، جج صاحبان، وکلاء، ڈاکٹرس، پروفیسرس اور انجینئرس وغیرہ کو دعوت پر مدعو کیا گیا تھا اور اس موقع سے بڑی آسانی سے کشمیری سماج کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے بھرپور تعارف اور باہمی تبادلۂ خیالات کا موقع مل گیا، قابلِ ذکر افراد میں کشمیر یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب پروفیسر شاہ منظور عالم صاحب، جناب عبدالغنی صاحب لون چیئرمین پیوپلز کانفرنس، کشمیر کے ممتاز صحافی جناب صدرالدین مجاہد، جناب مرزا کمال الدین شیدا جناب میاں جلال الدین صاحب سابق چیف جسٹس کشمیر، جناب مفتی جلال الدین صاحب صدر مفتی جموں وکشمیر، جناب ڈاکٹر حبیب اللہ صاحب زرگر، جناب مولوی محمد جان صاحب چیف انجینئر کشمیر، جناب مولوی محمد مشتاق صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر ٹرانسپورٹ کشمیر، جناب محمد امین صاحب واجدی سکریٹری جنرل جمیعۃ العلماء کشمیر، جناب سید غلام احمد صاحب کاملی جنرل سکریٹری جمیعۃ تبلیغ الاسلام، جناب محمد یوسف صاحب مسعودی پرنسپل اسلامیہ ہائی اسکول، جناب غلام رسول صاحب متو، ممبر پارلیمنٹ جناب قاضی عبدالرشید صاحب سکریٹری انجمن اوقاف جامع مسجد کشمیر کے علاوہ متعدد ممتاز شخصیتوں کا بھی نیاز حاصل ہوا۔ اور میں سمجھتا ہوں یہی چیز میرے سفر کی حاصل اور خلاصہ تھی۔

جناب عبدالرحمٰن کوندو کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے کئی خوبصورت مقامات مثلاً چشمہ شاہی نشاط باغ، شالیمار باغ، جھیل ڈل، اور حضرت بل وغیرہ کی سیر و تفریح کرائی اور رہنمائی فرمائی۔

میں نے محسوس کیا کہ کشمیر ظاہری لحاظ سے بھی خوبصورت اور باطنی اعتبار سے بھی حسین و جمیل ہے، میرے نزدیک وادیٔ کشمیر کا حُسن و جمال حضرت انسان کی ہی بدولت ہے اور بقول شخصے "کشمیر کے لوگ جتنے خوبصورت ہیں اُن کے دل اس سے کہیں زیادہ خوبصورت

ہیں۔ مجھے قدم قدم پر اپنائیت، محبت، ہمدردی، خلوص اور پیار ہی پیار کا اندازہ ہوا۔

۱۱؍ستمبر کو بذریعہ طیارہ کشمیر سے میری روانگی ہوگئی۔ کشمیر سے بخیریت تمام دلی لوٹ آیا ہوں، اب وہاں کی حسین اور دلفریب یادیں میری زندگی کے حسین لمحات میں شامل ہیں!!!

سرکشی ضلع بجنور

مصنفہ:۔ سرسید احمد خاں مرحوم

مرتبہ:۔ شرافت حسین مرزا۔ دہلی یونیورسٹی

سرکشی ضلع بجنور سرسید احمد خاں کا تالیف کردہ تاریخی روزنامچہ ہے جس میں ضلع بجنور کے وہ حالات وواقعات درج کئے گئے ہیں جو ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی کے دوران پیش آئے تھے۔ یہ کتاب ضلع بجنور سے متعلق ایک اہم دستاویز ہے جس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے واضح ہے کہ اس کا مصنف ان واقعات کا عینی شاہد ہے۔

پورے ملک میں انگریزوں کے خلاف جو شکایات پیدا ہوگئی تھیں اُن سے چھٹکارا پانے کے لئے کس طرح ہندو اور مسلمان بلا اختلافِ مذہب وملت جدوجہد آزادی میں کود پڑے تھے۔ ضلع بجنور نے بھی اس میں پورا پورا حصہ لیا تھا سرسید احمد خاں نے ان واقعات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آزادی کی جدوجہد میں ضلع بجنور کے باشندوں کی کیا خدمات ہیں اور کس طرح پورے ملک کی طرح ناکامی سے دوچار ہوئے۔ یہ سب داستان آپ کو اس کتاب میں ملے گی صفحات ۳۶۰ سائز $\frac{20\times30}{16}$ قیمت ۱۰/- روپے مجلد ۱۲/- روپے

منیجر ندوۃ المصنفین۔ اُردو بازار جامع مسجد دہلی